یادوں کے دریچوں سے

میرے پیارے پھوپھا جی جناب مسعود احمد خورشید صاحب:

یاد بھی کیا چیز ہوتی ہے اور بعض وجودوں کی یاد کے ساتھ ہی نہ جانے کتنے گزرے زمانے ایک پَل میں متحرک تصاویر کی طرح دماغ میں ہلچل مچا دیتے ہیں اور انسان زندگی کی گہما گہمی کے باوجود ان میں گم ہو کر رہ جاتا ہے۔ ارد گرد کے ماحول سے الگ کسی اور ہی فضا میں پرواز کرنے لگ جاتا ہے اور پھر ان حسین یادوں کے جھرمٹ میں زبان پر بے اختیار یہ مصرعہ آجاتا ہے کہ

'کسے یاد رکھوں اور کسے بھول جاؤں'۔

کچھ ایسی ہی کیفیت مجھ پر اُس وقت طاری ہوئی جب مجھے کہا گیا کہ مَیں اپنی پیاری اکلوتی پھوپھی جی کے شوہر اپنے بہت ہی مہربان و شفیق پھوپھا جی جناب مسعود احمد خورشید صاحب سے وابستہ اپنی یادداشتوں کو صفحہ کی زینت بناؤں۔

سمجھ نہیں آتا کہ کہاں سے شروع کروں کیونکہ میری تو پوری زندگی پر ہی میرے پھوپھا جی کی بے شمار یادیں پھیلی ہوئی ہیں۔ میں بہت چھوٹی سی تھی جب پھوپھا جی کے بہترین رفیق، ساتھی، دوست اور آپ کے کاروبار میں آپ کے دستِ راست یعنی میرے والد صاحب جناب عبدالحیٔ صاحب اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ پھوپھا جی نے اس صدمے کو اپنے دل پر سہا اور ہماری ہر طرح سے دلجوئی کی۔ والدہ صاحبہ بتایا کرتی تھیں کہ پھوپھا جی، ابّا جی کی وفات کے بعد کئی روز تک روزانہ رات کے وقت اپنے گھر (طارق روڈ) سے ہمارے گھر (عزیز آباد) آتے رہے۔ میرے بھائی اور بہنوں کے ساتھ وقت گزارتے، حوصلہ بڑھاتے اور میں چونکہ چھوٹی تھی تو میرے لئے روز ہی کھلونے اور ٹافیاں وغیرہ لاتے تاکہ میں خوش رہوں۔

والد صاحب کی وفات کے بعد میرے پھوپھا جی ہی ہمارے کفیل ہوئے اور ہر ماہ گھر خرچ کیلئے ایک مناسب رقم میری والدہ صاحبہ کو دیتے رہے اور بغیر کسی پریشانی کے یہ سلسلہ کئی سالوں تک جاری رہا۔ 1969ء اکتوبر میں والد صاحب فوت ہوئے اُسی سال دسمبر میں جب ہم سب جلسہ سالانہ میں شریک ہونے ربوہ گئے تو ایک جان لیوا ٹرین حادثے میں پھوپھا جی کی ایک ٹانگ کٹ گئی لیکن ہم سب نے دیکھا کہ اپنے اوپر گزرنے والے اتنے بڑے سانحے کا مقابلہ آپ نے نہایت جواں مردی سے کیا اور کبھی کسی کمزوری یا کم ہمتی کا لفظ اپنی زبان سے ادا نہ کیا بلکہ ہم سب کی ہمت بڑھاتے رہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے پھوپھا جی کو حسنِ صورت سے نوازا تھا اسی طرح حسنِ سیرت، حسنِ قرآت اور خوش الحانی سے بھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو علم کے وسیع خزانوں سے نوازا تھا۔ اردو اور انگلش کی لکھائی بہت ہی پیاری تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا موتی پروئے ہوئے ہیں۔ آپ کی تحریر و تقریر پر کیا قلم اٹھاؤں کہ سبھی نے ان کے موضوعات کے انتخاب، تحریر کی سچائی اور تقریر کی طاقت کو سراہا۔ مَیں نے اپنے جماعت کے اجتماعات اور اسکول کے جلسوں وغیرہ کیلئے کئی بار مختلف موضوعات پر پھوپھا جی سے اردو اور انگریزی میں تقاریر لکھوائیں اور ہمیشہ اوّل آئی۔

پھوپھا جی قرآن مجید کی تلاوت بہت پیاری کیا کرتے تھے۔ میں بچپن سے ہی ان کی تلاوت کی شیدائی ہوں۔ آپ کی آواز میں ایک عجیب سا گداز پایا جاتا تھا۔ آپکی تلاوت کے الفاظ مَیں اپنی روح میں اترتا محسوس کرتی۔ جب میں پھوپھی جی کے گھر رہنے جاتی تو صبح کے وقت گھنٹوں آپ کی تلاوت سُنا کرتی اور سکون پاتی۔ ابھی چند ماہ پہلے ہی میں نے پھوپھا جی سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ اپنی تلاوت کی C.D بنوا کر مجھے بھیجیں تو ہنس کر کہنے لگے کہ اب آواز میں وہ دَم کہاں؟

آپ کے گھر میں نماز سینٹر بنا ہوا تھا۔ مغرب کی نماز میں حلقہ کے تمام احباب شریک ہوتے تھے۔ باقی کی چار نمازیں بھی آپ اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ باجماعت پڑھتے۔ مجھے یاد ہے کہ اُس وقت ہماری اذانیں بند نہیں ہوئی تھیں لہٰذا پھوپھا جی ہر نماز سے پہلے ہر نماز سے پہلے پیاری آواز میں جب اذان دیتے تو ہم بچے چاہے جتنا بھی اچھا کھیل کھیل رہے ہوتے تو بے اختیار وضو کرنے دوڑتے کہ پھوپھا جی کے پیچھے صَف میں پہلے کھڑے ہوں۔ آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کا ایک اپنا ہی سرور تھا۔ علیحدگی کی نمازیں آپ خوب لمبی لمبی اور سنوار کر ادا کیا کرتے تھے اور آہ وزاری و گڑگڑا کر اپنے رب سے دعا مانگتے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مباہلہ کے متعلق دعاؤں کی تحریک کی تو پھوپھی جی رورو کر اپنی نمازوں میں یہ شعر کثرت سے پڑھتے تھے کہ

شیطان کی حکومت مٹ جائے اس جہاں سے

حاکم تمام دنیا پر میرا مصطفیٰ ﷺ ہو

بچپن سے پھوپھا جی کی زبانی اس شعر کی تکرار مجھے آج تک یاد ہے اور اکثر یہ شعر میری زبان پر بھی جاری رہتا ہے۔

جب بھی اسکول کے امتحان شروع ہوتے تو میں پہلے پھوپھا جی کو دعا کیلئے کہتی کہ دعا کریں میرے تمام papers اچھے ہوں۔ تو آپ سَر پر ہاتھ رکھ کر پیار سے کہتے۔ ”اللہ آپ کو ہر امتحان میں کامیاب کرے میں دعا کرونگا“۔

اور آج میں سوچتی ہوں کہ یقیناً یہ انہیں دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ میں اسکول، کالج کے علاوہ اپنی زندگی کے بھی کئی امتحانوں میں سرخرو ہو سکی ہوں۔

مجھے یاد ہے کہ میری والدہ صاحبہ گھر کے ہر چھوٹے بڑے مسائل میں پھوپھا جی سے ہی مشورہ مانگا کرتی تھیں اور پھوپھا جی بھی نہایت پیار و محبت سے بہترین مشورہ دیتے جو ہمیں ہمیشہ قابلِ قبول ہوتا۔

وہ تیرا تخاطب وہ دلنشین لہجہ

سماعتوں کے جزیرے میں شہد گھولتا ہے ابھی

چلا گیا ہے پھر بھی ایسا لگتا ہے

تمام شہر میں وہ شخص بولتا ہے ابھی

1991ء سے پہلے میرے آٹھ پھوپھی زاد بھائیوں اور بہنوں میں سے پانچ لندن اور امریکہ settled ہو چکے تھے لہٰذا پھوپھا جی اور پھوپھی جی بھی اب اکثر اُن کے پاس چلے جاتے تھے لیکن پھر بھی سال دو سال بعد پاکستان ضرور آتے اور ہم سب سے ملتے۔

1995ء میں پھوپھا جی نے پاکستان میں موجود اپنی تمام جائیداد کو فروخت کر کے مستقل امریکہ set ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ مجھے یاد ہے کہ مَیں اپنے بھائی جناب محمد احمد صاحب اور والدہ صاحبہ کے ساتھ جب آخری بار پھوپھا جی اور پھوپھو جی سے ملنے گئی تو میرے پیارے پھوپھا جی کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کون کون سی چیز میرے دامن میں بھر دیں۔ اپنی چھوٹی بیٹی کو آواز دے کر بلایا اور کمرہ میں رکھے بے شمار سامان کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے کہ ”یہ سب کچھ آنسہ (خاکسارہ) کا ہے۔ یہ جب بھی لینے آئے تو اسے دے دینا“۔

میں محبتوں سے مغلوب تڑپ کر پھوپھا جی کے سینے سے لگ گئی اور پریشان ہو کر پوچھا کہ آپ اپنا سب کچھ بانٹ رہے ہیں یہ تو بتائیں کہ پاکستان واپس کب آئیں گے تو ہنس کر بولے کہ ”نہیں جی اب ہم آ، جا کے تھک گئے ہیں اب تو ہم ڈبّے میں بند ہو کر ہی آئیں گے“۔ اُس دن میں نے پھوپھا جی کے چہرے پر جُدائی کی تپش کو بغور دیکھا۔ لال ہوتے چہرے سے آپ ہم سب سے مِل کر گلے لگا کر خوب روئے۔ خاص طور سے میرے بھائی صاحب سے مِل کر۔۔۔۔

ترے وجود سے رہی چاروں طرف بہار

موسم گئے ہیں کتنے بدل آپ کے بغیر

اس کے بعد پھوپھا جی کا دیدار صرف تصویروں اور ویڈیوز ہی میں ہوا، ہاں آپ کی آواز ضرور ہر موقع پر کانوں میں رس گھولتی رہی اور پھر فون کا ایک نہ ختم ہونیوالا سلسلہ شروع ہو گیا۔

1998ء میں میری شادی کے موقع پر پھوپھا جی نے کئی بار فون کئے اپنی تسلی کرتے رہے اور مجھے ایک بڑی رقم سلامی کے طور پر بھیجی۔ میرے دونوں بچوں شمائلہ اور شیراز کی پیدائش پر بہت خوش ہوئے اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازتے رہے۔ جب بھی فون پر بات ہوتی تو پہلے تنویر احمد (میرے شوہر) اور بچوں کی خیریت پوچھتے اور پھر مجھے قیمتی نصائح فرماتے۔ درود شریف زیادہ سے زیادہ پڑھنے کی تلقین کی اور ہمیشہ جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے کی نصیحت کرتے۔

2003ء میں پھوپھی جی فوت ہوئیں۔ 2004ء میں میری والدہ صاحبہ کی وفات ہوئی اور پھر 2007ء میں میرے ہم چار بہنوں کے اکلوتے جواں سال بھائی صاحب اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اوپر تلے میری زندگی پر گزرنے والے اِن عظیم سانحوں پر جس طرح آگے بڑھ کر بلکہ دوڑ کر میرے پھوپھا جی نے مجھے تھاما وہ صرف میں ہی جان سکتی ہوں اسے قلم بند کرنا یا لفظوں میں بیان کرنا میرے لئے ہر گز ممکن نہیں ہے۔

شادی کے بعد ہم نے کراچی میں بلدیہ ٹاؤن کے علاقے میں 80 گز کا ایک گھر خریدا تھا جسکی چھتیں کچی سیمنٹ کی بنی ہوئی تھیں۔

2007ء میں اُسے پورا گرا کر نئے سرے سے جدید construction کا سوچا تو میرے پھوپھا جی نے بھرپور میر امالی طور پر ساتھ دیا اور گھر بنانے کیلئے مجھے ایک خطیر رقم بھیجی۔ آپ کے تعاون کی وجہ سے ہم ایک خوبصورت گھر بنا پائے اور پھر تھوڑے عرصے بعد پھر فون کیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ وہ پانچویں روزے کا دن تھا میں افطاری کی تیاری میں مصروف تھی تو فون کی بیل بجی میں نے ریسیور اٹھایا تو وہی پر شفقت آواز جو میری روح میں سرایت کر جاتی تھی

اُبھری، خیر خیریت دریافت کی، رمضان کی مبارکباد دی اور کہا میں ایک لاکھ روپیہ بھیج رہا ہوں اپنے گھر کی دوسری منزل بنوانا شروع کرو انشاء اللہ آہستہ آہستہ اللہ برکت دیگا تو وہ بھی بن جائے گی۔۔۔۔میں حیران رہ گئی یا اللہ یہ تیرا کیسا بندہ ہے جو بنامانگے ہی صرف تیری رضا کی خاطر حقوق العباد ادا کرتا ہی چلا جارہا ہے۔فون رکھ کر میں ہنس پڑی اور آنکھوں نے اپنے جذبات کا اظہار پانی بہا کر کرنا شروع کر دیا اور میں جان گئی کہ یہ میرے وہی تو ابّا جان میرے پھوپھا جی ہیں، جنھوں نے آج سے 40 سال پہلے مجھے مٹی اور پلاسٹک کے کھلونوں سے بہلایا تھا۔آج ایک بار پھر مجھے بہلانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن میرا اپنا، پکا، مضبوط اور پیارا سا گھر دیکر کہ اب میں بھی تو بڑی بلکہ بہت بڑی ہو گئی ہوں۔

میں کیا لکھوں میں کیا چھوڑوں کہاں تک لکھتی جاؤں میں

زبانی عرض کرنے بیٹھوں تو کہتی ہی جاؤں میں

اسی سال یعنی 2010ء جنوری میں کسی زہریلے کیڑے کے کاٹنے کے باعث میں شدید علیل ہو گئی۔کئی ڈاکٹروں کو دکھایا۔سانپ کا دَم بھی کروایا لیکن ذرّہ برابر بھی افاقہ نہ ہوا۔آہستہ آہستہ میرے گھٹنوں میں شدید تکلیف شروع ہو گئی اور ایک ہاتھ کی کلائی میں پَس بھر گئی اور وہ سوج گیا۔ہر طرف سے مایوس ہو کر مجھے کراچی کے سب سے بڑے آغا خان ہسپتال لے جایا گیا۔جہاں مجھے ایڈمٹ کر لیا گیا۔اتنے مہنگے ہسپتال کا تمام خرچہ میرے پھوپھا جی اور اُن کے بیٹے جناب منیر احمد صاحب (جو میرے بہنوئی بھی ہیں) نے برداشت کیا۔

ایک موقع پر جب آپا (میری بڑی بہن) نے پھوپھا جی کو فون کر کے میرا بتایا تو آپ نے کہا کہ "میں آنسہ کیلئے آپ سے کہیں زیادہ پریشان ہوں۔اللہ ضرور ہماری دعائیں سُنیں گا اور شفا دیگا"۔میں 10 دن ہسپتال میں رہی مناسب Tests اور دیکھ بھال رنگ لائی اور میں شفایاب ہو کر سب کی دعاؤں سے اپنے بچوں میں واپس گھر آ گئی۔میرے تمام پھوپھی

زاد بھائیوں اور بہنوں نے اس موقع پر میری دلجوئی کی اور ایک خطیر رقم بھجوائی تا بعد میں بھی مجھے دوائیوں وغیرہ کیلئے پریشان نہ ہونا پڑے (جزاک اللہ)

میری بیماری کے دوران پھوپھاجی نے 'الفضل' میں میرے لئے دعا کا بھی لکھا اور شائع کروایا حالانکہ یہ وہ وقت تھا کہ جب آپ بھی ناسازی طبع کے باعث کافی کمزوری محسوس کرنے لگے تھے۔ یہ کمزوری اب آپ کی آواز کا بھی حصّہ بنتی جا رہی تھی۔ اس کے باوجود مَیں نے جب بھی فون کیا تو آپ نے تھوڑی ہی سہی لیکن بات ضرور کی۔ ہمیشہ مجھ سے کہتے تھے کہ میرے لئے بہت دعا کیا کرو۔

اس سال 2010ء رمضان میں مجھے عیدی بھیجی اور فون کرکے بتایا کہ میں نے آپ کیلئے تھوڑی سی عیدی بھیجی ہے۔ اپنا اور بچوں کا بہت خیال رکھنا اور میرے لئے دعا کرنا۔ یہ میرے پیارے پھوپھاجی کی طرف سے بھیجی ہوئی آخری عیدی تھی جو آج بھی میرے پاس محفوظ ہے۔

2010ء کو میرے پیارے پھوپھاجی اور میرے بچوں کے پیارے ابّا جان ایک بھرپور اور خوددار اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے ارشادات کے مطابق ایک شاندار زندگی گزار کر اپنے مولیٰ وخالقِ حقیقی کے حضور حاضر ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

میری یہ بے ربط تحریر پھوپھاجی مرحوم ومغفور کے اعلیٰ مقام کے اظہار کیلئے کچھ بھی نہیں۔۔۔۔ سوائے ایک بیٹی کے جذبات کا ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اظہار۔۔۔۔

میری زندگی کی ان چیدہ چیدہ یادداشتوں پر اگر میرے پڑھنے والے غور کریں تو یہ بات واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے میرے عظیم پھوپھاجی نے اپنی ساری زندگی جتنے بھی کام کئے ان سب میں اللہ کی رضا، اس کے رسول ﷺ اور آپؐ کے عاشقِ صادق حضرت مسیح موعودؑ کی خوشنودی اور قدرتِ ثانیہ سے عقیدت ومحبت کا اظہار ہی چھلکتا نظر آتا ہے۔

میرے والد صاحب سے زندگی کے آخری سانس تک پیار کیا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا فرمان ہے کہ اپنے عزیز، اپنے دوست اور اپنی شریکِ حیات کے گھر والوں سے پیار کرو۔۔۔ ہماری دیکھ بھال و کفالت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ وعلیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یتیموں کی کفالت کرنے والا وخیال رکھنے والا قیامت کے دن میرے ساتھ میرے جھنڈے تلے ہو گا آپ نے وقتاً فوقتاً میری مالی امداد کی۔ جیسا کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا تھا کہ باہر ملکوں میں بسنے والوں کو اپنے ضرورت مند عزیزوں اور رشتہ داروں کا خیال رکھنا چاہئے۔۔۔۔

یہ سب باتیں پڑھتے اور سنتے تو مجھ سمیت سبھی ہیں لیکن عمل کرنے کی توفیق بہت کم لوگوں کے نصیب میں آتی ہے۔ اور پھوپھا جی نے اِن تمام باتوں پر عملاً قدم رکھا اور انہیں پورا کیا۔ اسی لئے تو آپ کی وفات پر جب آپ کی بہو اور میری آپا کا فون آیا تو انہوں نے بتایا کہ بکس میں لیٹے میرے پھوپھا جی بالکل ایسے لگ رہے ہیں کہ جیسے ایک ننھا سا معصوم فرشتہ پھولوں کی سیج پر پُر سکون نیند لے رہا ہے۔۔۔

ہاں! یقیناً ایسا ہی ہو گا اور میں اپنی تمام تر سچائیوں سے یہ بات کہہ سکتی ہوں کہ میرے پھوپھا جی جناب مسعود احمد خورشید یقیناً اُن لوگوں کی صف میں شامل ہیں کہ جن کے بارے میں سورۃ یٰس میں ارشادِ ربّانی ہے:

سَلٰمٌ ‘‘ قف قَوْلاً مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ   سَلٰمٌ ‘‘ قف قَوْلاً مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ   سَلٰمٌ ‘‘ قف قَوْلاً مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ

یوں تو آتے ہیں سبھی دنیا میں جانے کیلیۓ

تیرا جانا ہے رُخِ دلبر کو پانے کیلیۓ

میرے دامن کے سبھی دکھ تو نے ایسے چن لئے

اب کوئی بھی غم نہیں، آنسو بہانے کیلیۓ

عشق کی حد تک محبت تھی تجھے قرآن سے

کیا ادا تھی، اپنے مولا کو لبھانے کیلیۓ

تو نہیں پر تیری خوشبو سے معطّر ہے چمن

ہے خیالِ یار باقی، اب مسکرانے کیلیۓ

ہیں کٹھن راہیں، مگر کافی ہے اب میرے لئے

نقشِ پا تیرے، قدم آگے بڑھانے کیلیۓ

(ماخوذ از مصباح)

از طرف

آنسہ تنویر

گلشن اقبال

کراچی۔ پاکستان

Typed By: Tehmeeda Sannory